حرفِ آغاز

عورت کی شہادت وقیادت

سید جلال الدین عمری

ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں جب سے سرکاری سطح پر اسلام میں عورتوں کے حقوق کی بحث شروع ہوئی ہے۔ عورت کی شہادت (گواہی) اور اس کی سربراہی کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر پر اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے شہادت کے مسئلہ پر اعتراض یہ ہے کہ اسلام میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے یہ عورت کی توہین اور اس کے ساتھ غیر مساوی رویہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام نے بہت سے معاملات میں عورت اور مرد کی شہادت میں فرق کیا ہے لیکن اسے عورت کی توہین سمجھنا سراسر زیادتی اور اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے یہ فرق اسلام نے زبردستی نہیں پیدا کیا ہے بلکہ اس کے اسباب خود عورت کی فطرت، اس کے مزاج اور اس کے دائرۂ عمل کے اندر موجود ہیں۔ اس مسئلہ میں اسلام کے نقطۂ نظر کو کسی قدر تفصیل سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اسلام نے شہادت کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

حدود وقصاص میں شہادت

کسی شخص پر حد کے نفاذ یا اس سے قصاص لینے کے لیے دو مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ البتہ زنا کے ثبوت کے لیے چار مردوں کی شہادت لازمی ہے۔ اس کے بغیر زنا کا الزام ثابت نہ ہوگا اور حد جاری نہیں ہوگی۔ قرآن مجید نے زنا کے ثبوت کے لیے نصاب شہادت کا ذکر ان آیات میں کیا ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ	تمہاری عورتوں میں سے جو زنا کا ارتکاب کریں ان
فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ (النساء:۱۵)	پر اپنوں میں سے چار مردوں کو گواہ ٹھہراؤ

دوسری جگہ فرمایا

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا	جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں
بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ	اور اس پر چار مرد گواہ نہ پیش کریں ان کو اسّی
جَلْدَۃً (النور:۴)	کوڑے مارو

ان آیات میں 'اَرْبَعَۃً منکم' (تم میں کے چار مرد) یا 'اربعۃ شھداء' (چار مرد گواہ) کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ زنا کے ثبوت کے لیے چار مردوں کی شہادت ضروری ہے۔[۱]

---

[۱] یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب قتل جیسے جرم کے ثبوت کے لیے دو مردوں کی شہادت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے معنی یہ ہیں کہ حدود و قصاص میں صرف مردوں کی شہادت معتبر ہوگی عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ مشہور تابعی امام زہری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں اسی اصول پر عمل ہوتا تھا فرماتے ہیں:۔

مضت السنة من لدن النبی صلی الله علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا شهادة للنساء فی الحدود و القصاص [1]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے دونوں خلفاء (شیخینؓ) کے عہد سے یہ سنت رہی ہے کہ حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت قابل قبول نہیں۔

اسلام نے حدود اور قصاص، انسان کی جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے رکھے ہیں۔ کوئی کسی کو قتل کر بیٹھے تو قصاص میں اس کی جان لی جاتی ہے۔ بے شادی شدہ شخص زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ یہی جرم شادی شدہ شخص سے ہو تو اسے سنگسار کیا جاتا ہے۔ چوری ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تہمت تراشی اور شراب نوشی پر بھی سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔ جن جرائم پر اسلام نے حدود رکھے ہیں یا قصاص کا حکم دیا ہے وہ اتنی سنگین نوعیت کے ہیں کہ ان کے ارتکاب کے بعد آدمی زندہ بھی رہے تو سوسائٹی میں اس کا وقار بری طرح مجروح ہو جاتا ہے اور اس کی عزت اور احترام باقی نہیں رہتا۔ ان جرائم کے ثبوت کے لیے عورتوں کی شہادت قبول نہ کیے جانے کی وجہ بظاہر ان کی یہی مخصوص نوعیت اور اہمیت ہے۔ عورت اصلاً گھر کی منتظمہ ہے اس کا ایک اپنا ذہن و مزاج ہے اور ایک خاص ماحول میں اس کی نشوونما اور تربیت ہوتی ہے۔ اسے اُن حالات اور اسباب سے کم ہی سابقہ پیش آتا ہے جن میں یہ بھیانک جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں اس کا علم اور مشاہدہ اتنا مکمل نہیں ہو سکتا جتنا مرد کا ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ عورت کے لیے اپنے مزاج کی نرمی اور احساس کی شدت کی وجہ سے انفرادی اور اجتماعی قتل، چوری، ڈکیتی اور عصمت دری جیسے بھیانک جرائم کا اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مشاہدہ کرنا انھیں پوری طرح محفوظ رکھنا اور ٹھیک ٹھیک بے کم وکاست عدالت کے سامنے پیش کرنا آسان نہیں ہے ان معاملات میں اس کے بیانات سے عدالت کو وہ یقین نہیں حاصل ہو سکتا جو مرد کے بیانات سے ہوتا ہے اس میں شک وشبہ کا پہلو غالب رہے گا۔ اسلام کا حکم ہے کہ بغیر مضبوط ثبوت کے حدود پر عمل نہ کیا جائے اور ملزم کو اس سے بچانے کی کوئی صورت نکالی جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) کافی ہے تو آخر زنا ہی کے ثبوت کے لیے چار مردوں کی شہادت کو کیوں ضروری قرار دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ سوسائٹی میں اس بے حیائی کا ذکر اور چرچا ہو۔ اگر کسی سے یہ جرم سرزد ہو بھی جائے تو اس پر پردہ ڈال دیا جائے۔ زنا کی سزا اس وقت دی جائے جب کہ چار عینی شاہد اس کی گواہی دیں۔

[1] ابن حجر: الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ ص ۲۹۵

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم [۱]	جہاں تک ہوسکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو

ایک اور حدیث میں ہے کہ جہاں شبہ موجود ہو حدود پر عمل نہ کیا جائے۔

ادرؤا الحدود بالشبہات [۲]	شبہات کی موجودگی میں حدود کو ٹال دو

بعض عورتیں ایسی ہوسکتی ہیں جن کا مشاہدہ، قتل، چوری، ڈکیتی اور عصمت دری کی بھیانک شکلوں میں بھی قابل اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے اور وہ انھیں عدالت کے سامنے ٹھیک طریقے سے پیش بھی کرسکتی ہیں لیکن بحیثیت ایک نوع کے عورت کا مزاج اس کا متحمل نہیں ہے۔ ظاہر ہے فیصلہ جب کسی نوع کے بارے میں کیا جائے گا تو اس کے چند افراد کو نہیں بلکہ اس کی بہت بڑی اکثریت کو سامنے رکھا جائے گا۔

حقوق ومعاملات میں شہادت

حدود کو قصاص کے علاوہ دوسرے حقوق اور معاملات میں عورت کی شہادت قبول کی جائے گی۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ حدود و قصاص کی جو اہمیت ہے دوسرے معاملات کی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کا تعلق روز مرہ کے مسائل سے ہے۔ عورت کا دائرۂ عمل گھر ہونے کے باوجود ان معاملات سے اسے برابر سابقہ پیش آتا رہتا ہے البتہ اس کے مخصوص حالات اور اس کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے دو اقدامات کئے گئے ایک یہ کہ کسی معاملہ کا فیصلہ صرف عورتوں کی شہادت پر نہ کیا جائے، بلکہ اس وقت کیا جائے جبکہ یا تو اس کے حق میں دو مردوں کی شہادت ہو یا کم از کم ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔ ایک مرد کی جگہ دو عورتیں رکھنے کی وجہ قرآن نے یہ بیان کی ہے کہ کسی واقعہ کی تفصیلات عورت بھول سکتی ہے۔ ایک عورت سے بھول ہوجائے تو دوسری اسے یاد دلادے گی۔ ارشاد ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (البقرہ:۲۸۲)	اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کرلو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان لوگوں میں سے جن کو تم گواہ بنانا پسند کرو تاکہ ایک ان میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے۔

آیت سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ عورتوں کی گواہی اسی وقت قبول کی جائے گی جبکہ مرد موجود نہ ہوں لیکن یہ شبہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ شہادت میں یا تو دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ جن معاملات میں عورت کو حق شہادت حاصل ہے ان میں مردوں کے ہوتے ہوئے بھی ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔

---

[۱] ترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود۔ یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے آئی ہے۔ امام ترمذی نے موقوف کو صحیح قرار دیا ہے۔ [۲] یہ حدیث سنداً کمزور ہے لیکن کئی سندوں سے مروی ہے اس لئے قابل احتجاج ہے۔ نیل الاوطار ۷/۲۷۲

آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ عورتوں سے الگ الگ شہادت نہیں لی جائے گی بلکہ شہادت کے وقت دونوں ایک ساتھ ہوں گی تاکہ جن باتوں کو ایک بھول رہی ہو اسے دوسری یاد دلا دے[1]۔

آیتِ زیرِ بحث قرض کے احکام کے ذیل میں آئی ہے۔ اس لیے جمہور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرض کے لین دین اور مالی معاملات میں عورت کی شہادت قبول کی جائے گی[2]۔

احناف کے نزدیک ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی صرف حدود و قصاص میں قبول نہیں کی جائے گی باقی رہا تجارت، قرض، مالی لین دین، عاریت، اجارہ، وکالت، کفالت، نکاح، طلاق، وصیت، وراثت وغیرہ تمام حقوق و معاملات میں ان کی شہادت قابل قبول ہوگی۔

اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ شہادت کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ واقعہ کا ٹھیک ٹھیک مشاہدہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اسے پوری طرح یاد رکھا جائے۔ تیسرے یہ کہ اسے من و عن بیان کیا جائے۔ عورت کی کمزوری قرآن نے یہ بیان کی ہے کہ وہ تفصیلات کو بھول سکتی ہے اس کی تلافی ایک مرد کی جگہ دو عورتیں رکھ کر کر دی گئی۔ لہٰذا حدود و قصاص کے علاوہ اور معاملات میں اس کی شہادت قبول کی جانی چاہیئے۔

یہاں ایک سوال یہ کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو جن معاملات کا فیصلہ دو مردوں کی شہادت پر ہوتا ہے ان کا فیصلہ چار عورتوں کی شہادت پر بھی ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب فقہاء نے یہ دیا ہے کہ عقلاً یہ بات صحیح ہے لیکن اگر اسے جائز قرار دے دیا جائے تو عورتوں کی گھر سے باہر آمد و رفت بہت بڑھ جائے گی۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ وہ گھر سے باہر زیادہ نہ نکلیں[3]۔ (اس لیے کہ اس سے جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں وہ بڑے ہی خطرناک ہیں ان سب کا تجربہ ہمارے سامنے ہے)

عورتوں کے مخصوص مسائل میں شہادت

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو معاملات عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں عورتوں کی شہادت کافی ہے جیسے ولادت کے وقت بچے کی زندگی کی شہادت۔ اس لیے کہ بچہ زندہ پیدا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس سے متعلق احکام وراثت پر عمل ہوگا ورنہ نہیں۔ یا اس امر کی شہادت کہ کوئی عورت بالغ ہے یا نابالغ، باکرہ ہے یا نہیں۔ یا عورتوں کے مخصوص جنسی عیوب اور امراض کی شہادت۔ ان سب باتوں کا بعض اوقات نکاح اور اس سے متعلقہ مسائل پر اثر پڑتا ہے[4]۔

اس مسئلہ میں امام زہری کا بیان ہے

---

[1] فتح الباری ج ۵/۱۶۹ [2] ایضاً ۵/۱۶۸ [3] ہدایہ ۳/۱۵۴ مع شروح ہدایہ
[4] بعض تفصیلات میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ یہاں اس سے بحث نہیں کی گئی ہے۔

مضت السنة ان تجوز شهادة النساء فی مالا يطلع عليه غير هن من ولادات النساء و عيوبهن	سنت یہ رہی ہے کہ (صرف) عورتوں کی شہادت ان معاملات میں جائز ہے جن سے ان کے علاوہ دوسرا واقف نہیں ہوتا یعنی عورتوں کے بچہ جننے کے وقت اس کی حالت یا ان کے عیوب۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت سعید بن المسیب حضرت عروہؓ بن زبیر کے اقوال بھی اس کی تائید میں ملتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے ایک دایہ کی گواہی پر فیصلہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایک دایہ کی شہادت کو تسلیم کیا کہ بچہ زندہ پیدا ہوا تھا[1]

فقہاء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ عورتوں کے مخصوص مسائل میں کتنی عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ عام طور پر اس کے لیے چار عورتوں کا نصاب رکھا گیا ہے۔ امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ اس میں دو عورتوں کی شہادت پر فیصلہ ہوگا۔ امام ثوری اور احناف کے نزدیک ایک عورت کی شہادت بھی کافی ہے[2]

احناف نے اس کی دو دلیلیں دی ہیں ایک یہ کہ اوپر کی روایت میں تعداد کی کوئی شرط نہیں رکھی گئی ہے اس لیے ایک عورت کی شہادت بھی کافی ہونی چاہیے۔ دوسری دلیل یہ کہ عورتوں کے مخصوص مسائل میں صرف انھیں کی شہادت کو اس لیے کافی سمجھا گیا اور مرد کی شہادت کو ضروری نہیں قرار دیا گیا کہ کسی عورت کے پوشیدہ مقامات کو دوسری عورت کے دیکھنے میں جتنی قباحت ہے اس سے زیادہ اس میں قباحت ہے کہ کوئی مرد انھیں دیکھے اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ایک عورت کے مقابلے میں زیادہ عورتوں کے معائنہ کرنے میں قباحت بھی زیادہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک سے دو یا تین عورتوں کی شہادت ہو تو اس میں احتیاط ہے[3]

عورت کی قیادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة[4]	وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے معاملات کسی عورت کے سپرد کر دئے۔

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے اور یہ استدلال بالکل صحیح ہے کہ عورت اسلامی ریاست کی سربراہ نہیں ہو سکتی اس لئے کہ جو اقدام کسی قوم کے لیے موجب فلاح نہ ہو اور وہ اسے تباہی و خسران کی طرف لے جانے والا ہو اس سے اس کا احتراز کرنا ضروری ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں عورت کے ساتھ تعصب برتا گیا ہے اور اسے اجتماعی زندگی سے بے دخل کیا گیا ہے۔

---

[1] الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ص ۲۹۵ [2] فتح الباری ج ۵/۱۶۸، ۱۶۹ [3] ہدایہ ۳/۱۵۴
[4] بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبیؐ الی کسریٰ و قیصر۔ ترمذی ابواب الفتن۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ اسلام میں مملکت کے سربراہ کی حیثیت تاج برطانیہ کی طرح محض قانونی سربراہ کی نہیں ہے۔ وہی اصلاً ملکی معاملات میں مسئول اور ذمہ دار ہوتا ہے۔ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الامام الذی علی الناس راع وھو	امام جو لوگوں کا سربراہ ہے۔ وہ راعی اور نگراں ہے
مسئول عن رعیتہ [۱]	اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ اسلام میں مملکت کے سربراہ کا ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ وہ احکام شریعت نافذ کرے اللہ کے حدود قائم کرے، دشمنوں سے ملک کی حفاظت کرے، مال غنیمت صحیح طریقے سے تقسیم کرے، مالیات کا نظم کرے، بغاوت اور بدامنی کو روکے، ہر حال میں عدل و انصاف قائم کرے، غریبوں اور لاوارثوں کے مسائل حل کرے وغیرہ۔

اتنی بڑی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے لیے وہ کہتے ہیں کہ سربراہ مملکت ایسے شخص کو ہونا چاہیے جو انتہائی باہوش اور صاحب تدبر ہو، بڑی عقل و فراست رکھتا ہو رعب اور دبدبے والا ہو۔ مضبوط اعصاب اور قوت ارادی کا مالک ہو علم، تقویٰ، انتظامی صلاحیت اور شجاعت اس کے اندر ہو، تجربہ بتاتا ہے کہ بیک وقت یہ ساری خصوصیات مرد میں بھی کم ہی پائی جاتی ہیں، عورت میں تو ان کا پایا جانا اور بھی دشوار ہے۔

سربراہ مملکت یا امام کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ عوامی زندگی گزارے، جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھائے اور حج کا امیر ہو، اس سب کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں سے اس کا ربط ضبط رہے۔ وہ آسانی سے اس سے مل سکیں اور وہ خود بھی ان کے حالات سے براہ راست واقف ہو سکے [۲]

عورت کے لیے اسلامی حدود و معاشرت کی پابندی کرتے ہوئے اس طرح کی پبلک زندگی گزارنا ناممکن نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت اپنی قوت و صلاحیت، انداز فکر اور رجحان اور جذبات و احساسات کسی بھی پہلو سے سیاست کا بوجھ اٹھا نہیں سکتی۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اس بحث کا تعلق حکومت کی سربراہی یا امامت کبریٰ سے ہے۔ اس سے کم تر درجہ کی اجتماعی ذمہ داریاں اسے سونپی جا سکتی ہیں یا نہیں اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ فقہ حنفی کی رو سے وہ حدود و قصاص کے علاوہ دیگر معاملات کا فیصلہ کر سکتی ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے:۔

یجوز قضاء المرأۃ فی کل شیٔ الا فی	حدود و قصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں فیصلہ
الحدود والقصاص [۳]	کرنا عورت کے لیے جائز ہے۔

اسی طرح اسے اوقاف کی نگراں اور یتیموں کی سرپرست بھی بنایا جا سکتا ہے [۴]

ان تفصیلات پر جو شخص بھی سنجیدگی سے غور کرے گا اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ اسلام نے عورت کے ساتھ نہ تو تعصب برتا ہے اور نہ کسی قسم کی زیادتی کی ہے بلکہ اس پر وہی ذمہ داریاں ڈالی ہیں جن کو وہ آسانی سے اٹھا سکتی ہے۔ جو ذمہ داریاں اس کی طاقت سے باہر ہیں ان سے اسے سبک دوش کر دیا ہے۔ یہ ناانصافی نہیں عین انصاف ہے [۵]

---

[۱] بخاری کتاب الاعتصام باب قول اللہ واطیعوا الخ [۲] تفصیل کے لیے دیکھی جائے۔ شرح عقائد نسفی ص ۱۱۳، ۱۱۴ مطبوعہ دہلی
[۳] ہدایہ ۳/۱۳۰ [۴] در المختار مع رد المحتار ۴/۴۹۲ [۵] عورت کی شہادت یا قیادت کے موضوع پر اسلام کے نقطہ نظر کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب 'عورت ۔ اسلامی معاشرہ میں'۔